

اور اپنے جذبات پر لگتا ہے اور اس طرح دوسرے بے شمار انسان اس کی زد سے محفوظ رہتے ہیں، جو اب اس کو بھی دوسروں کی طرف سے سخت ملتا ہے۔ اگر یہ روک نہ ہو تو بارگاہ انسان دوسرے انسانوں کا منہ لوچ لے، اُن کی محنتوں کے حاصل کو تہس تہس کر دے۔ ان کی جان کے دیپے ہو جائے، اُن سے ہر متاع کو چھین اور لوٹ لینے کی کوشش کرے اور عام طور پر لوگوں کا حال ایسا ہو جائے کہ معاشرہ دار العذاب بن جائے۔

صبر کا انسان اسی طرح محتاج ہے جیسے کوئی گاڑی اپنی سلامتی کے لیے بریکوں کی محتاج ہوتی ہے۔ جہاں کوئی اقبالی نشان آیا، ڈرائیور نے بریکیں لگا کر گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ اور اگر کسی جگہ گاڑی کے سامنے کوئی پتھر، درخت، گڑبھا یا متنفس آجائے تو اُسے بریکوں ہی کے ذریعے بالکل ساکت کیا جاسکتا ہے۔

صبر ہی پر تقویٰ مبنی ہے یا یوں کہیے کہ تقویٰ کی توجہ صبر ہے۔ بہ طور اصطلاح صبر اسلام میں متعدد مفہوم رکھتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے ایمانی شعور کے ساتھ رضا کارانہ طور پر اپنے نفس پر خود روک لگائے اور اس کو اسلام کی حدود سے تجاوز نہ کرنے دے۔ وہ اپنے لیے یہ طے کرے کہ وہ رتہ حرام حاصل نہیں کرے گا۔ وہ کسی دوسرے سے اس کا حق یا قاتلہ چھیننے یا اُس کے سر اپنی طرف سے کوئی نقصان اور وبال ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا، وہ اُسے غیبت اور بھتیگی کے ذریعے اذیت نہیں پہنچائے گا۔ وہ جھوٹ اور وعدہ خفانی کے ذرائع کام میں نہ لائے گا۔ وہ امانتوں میں خیانت نہیں کرے گا۔ وہ اپنی نگاہوں کو آلودہ نہ ہونے دے گا۔

صبر کی اس پگڈنڈی پر قدم رکھیں تو ہم تقویٰ کی وادی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خود تقویٰ کی حیثیت بھی یہی ہے کہ آدمی خدا کی مقررہ حدود سے آگے پیچھے نہ ہو اور اس کی مرنیات کی پابندی کرے۔ اور اس نے جن چیزوں سے روکا ہے اور جن کا انجام بتایا ہے ان سے باز رہے۔

اور نگاہ کو اگر زیادہ وسیع کیا جائے تو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ دینِ برحق کو اختیار کرنا اور اس کا غم بھر پابند رہنا بڑا وسیع صبر اور بڑا عظیم تقویٰ ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں رضائے الہی اور استروئی نتائج کو مد نظر رکھ کر بہت سے فوائد اور سائنسوں کو چھوڑنا اور تکلیفیں اور نقصان اٹھانا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے۔ یہی صبر و تقویٰ ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور ایشیا رکیش بناتا ہے اور محبت و امن کی فضا پیدا کرتا ہے۔

سب سے پہلے تو ایمان صبر و تقویٰ پیدا کرتا ہے، اس کے بعد عباداتِ خمسہ میں سے ہر ایک کے ذریعے انسان کو صبر کیشی کی تربیت دی جاتی ہے۔ لیکن روزہ یا صوم تو بطور خاص صبر کے روپے کی عملی مشق کا ذریعہ ہے۔ بعض اصحابِ علم تفسیر کا یہ خیال ہے کہ **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** میں صبر سے مراد روزہ ہی ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کو **شَهْرُ صَبْرٍ** کا نام دیا ہے۔ روایت مجیبۃ الباطنیہ مشمولہ ریاض السالکین نمبر ۱۲۲۵

سورہ بقرہ میں روزوں کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ بہتر میں تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور تقویٰ صبر ہی کی وسیع تر صورت کا نام ہے۔

روزے میں سحری سے افطار تک کھانے پینے پر بھی کامل پابندی ہے اور ازو واجبی رالط بھی ممنوع ہے۔ پھر نیند پوری نہ ہونے کے باوجود سحری کے لیے اٹھنا اور عشاء کے بعد تراویح کی لمبی نماز پڑھنا آدمی کے لیے خاص بڑا امتحان ہے اور یہ امتحان دو چار دن کے لیے نہیں، مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ اس مہینے بھر کی مدت میں انسان کو اپنی

یہ روایت سلمان فارسی میں رمضان کے متعلق آیا ہے کہ **”قَدْ هُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرِ تَوَابَةُ الْجَنَّةِ“** (بہیقی)

بنیادی جسمانی خواہشوں کے دباؤ اور ان کی اُکساہٹوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور ان کو قابو میں رکھنے کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔

مگر مطلوب صرف بھوک پیاس وغیرہ جیسے امور پر ہی قابو پانا نہیں، بلکہ مطالبہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کالی سے یا لڑے جھگڑے تو اسے جیسے کو تیساکے اصول پر جواب نہ دیا جائے بلکہ عذر کہہ دیا جائے کہ بھائی میں روزے سے ہوں اور ایسی حرکات نہیں کر سکتا۔

روایت ابو ہریرہ - منفق علیہ منذ رجہ ریاض الصالحین - نمبر ۱۲۳۷

پھر بس اس پر ہی نہیں بلکہ حضور نے فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس سے اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا ترک کرے۔

روایت ابو ہریرہؓ بخاری - منذ رجہ ریاض الصالحین - نمبر ۱۲۳۸

”قول الزور اور عمل بالزور“ میں گناہ کی تمام باتیں آ جاتی ہیں۔ یعنی روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی گناہ کے تمام کاموں کو چھوڑ دے اور مہینے بھر میں اس کی مشق بہم پہنچائے کہ جس طرح وہ بھوک، پیاس، آرام، نیند اور ازدواجی معاملے میں اپنے اوپر پابندیاں عاید کیے ہوئے ہے اسی طرح وہ یہ پابندیاں بھی عاید کرے کہ بُری باتوں اور بُرے کاموں سے اجتناب کرے گا۔ اگر کوئی شخص دروغ گوئی، وعدہ خلافی، غیبت، چغلی، ظلم و زیادتی کے مشاغل کو جاری رکھے تو محض روزے کا ظاہری ڈھانچہ خدا کو مطلوب نہیں ہے، اسی طرح دارمی نے روایت ابو ہریرہ میں حضور کا یہ ارشاد بھی بیان کیا ہے کہ قیام میل کرنے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو قیام سے بجز رت جگے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یوں بات لفظ صبر سے چل کر پھیلی ہوئی تفسیر کا وسیع مفہوم اختیار کر لیتی ہے۔

اندازہ کیجیے کہ اس طرح کی تربیت سے اگر کسی معاشرے کے ہزار لوگ ”اَيُّسًا تَاوَدَ احْتِسَابًا“ (روایت ابو ہریرہ - ریاض الصالحین - نمبر ۱۲۱۶) کی شرط کے ساتھ گزریں تو سارا ماحول تبدیل ہو سکتا ہے۔ لوگ آپس میں بات کریں نہ صدق و صداقت کے ساتھ، لیکن دین کریں

تو دیانت و امانت کے ساتھ، جذبوں اور خواہشوں کے ٹکراؤ پر انضباط حاصل کریں تو محض دل کے ساتھ۔ دوسروں کے خیالات، دوسروں کے استدلال، دوسروں کے مقاصد، دوسروں کے مشاغل، دوسروں کے اختلافات وغیرہ ساری چیزوں کو رواداری سے گوارا کریں۔ دوسرے کو وہی حق دین کہ خود ان کو حاصل ہونے چاہئیں۔ دوسروں کو ہر اس تکلیف سے محفوظ دلائیں جس سے وہ خود بچنا چاہتے ہوں۔ ماہ رمضان کی اس جسمانی، روحانی، اخلاقی تربیت سے اگر صحیح استفادہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ رشوت و خیانت، ظلم و استحصال اور جبر و تشدد کا دور دورہ ہمارے دل جاری رہ سکے۔ آج جو پھینسا جھپٹی ہر طرف مچی ہے اور تنکا نرو و تفتاخر کی جو سکون سوز دوڑ لگی ہے اس کے وبال سے ہم بچ سکتے ہیں۔ انسان پر مشینوں کے اس دور نے جو نشہ قوت طاری کر دیا ہے شاید اس کی گرفت سے ہم آزاد ہو سکیں، لذات اور تعیشات و تفریحات کا جو طوفان اُٹ پڑا ہے اس سے ہم اپنے اوقات اور قوتوں کو بچا کر اچھے مقاصد کے لیے صرف کر سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کا چاند بیکھ کر دعا فرمایا کرتے تھے :

”اللَّهُمَّ أَهْلُهُ عَيْنًا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامِ وَالْإِسْلَامِ“

اور پھر چاند کو مخاطب کر کے سَبَّحْتَ رَبِّي وَرَبَّكَ اللَّهُ کے الفاظ ادا کرنے کے بعد یہ بھی فرماتے

کہ ”هَلَالُ سَنَتِكَ وَخَيْرٌ“۔ (روایت طلحہ بن عبید اللہ مشمولہ ترمذی بحوالہ ریاض الصبیح

نمبر ۱۲۲۵)

یعنی اے اللہ اس ہلال کی نمود ہمارے لیے امن و امان اور ایمان اپنے ساتھ

لائے اور سلامتی اور اسلام اس کے ہمراہ ہو۔ آخر میں فرماتے۔ یہ چاند

ہمارے لیے ہدایت اور ہلالی کا چاند ہو۔

اس دعا کی روشنی میں بھی صاف عیاں ہے کہ مسلمان معاشروں اور مسلمان جماعتوں کا

رُخِ سطرِ اصل میں ایمان و اسلام کے ساتھ امن و سلامتی کی طرف ہے۔ لوگ اپنی خواہشات

کے بندے نہیں، ذرا ذرا سے مفاد کے لیے دوسروں کے حق میں باعثِ آزار نہ ہوں،

بد زبانی اور درازہ دستی نہ کریں۔ اور محبت و آشتی کی فضا میں ایک دوسرے کے

خیر خواہ اور معاون ہوں۔

یہ ہیں ”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ کے معنی اور یہ ہے ماہ رمضان کی لمبی تربیتِ صبر

کا اصل مطلوب!

رمائے الہی کے صحیح نصب العین کے تحت زندگی کی صلاح و فلاح کے متذکرہ مقصود کو سامنے رکھ کر روزے رکھیے، افطار کیٹیے اور کرائیے، تراویح پڑھیے، سحری کو اٹھیے، قرآن پڑھیے اور قرآن سنئیے۔ صدقہ و خیرات کیٹیے تاکہ اس مہینہ کی پوری برکات حاصل ہو سکیں اور صبر و تقویٰ کی راہوں میں کامرانی کی جاسکے۔

تصحیح

”اختلاف امتی رحمة“ حدیث نہیں ہے۔ ہم نے اس غلط المعام بات کو لکھ دیا۔ خدا معاف کرے۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب (مدینہ منورہ) کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے متنبہ کر کے خیر خواہی کا حق ادا کیا۔

یہ ایک حقیقت عمری پر مشتمل مقولہ ہے۔ ایسا ایک قول امام مالک کا سیوطی نے نقل کیا ہے

نیز معلوم ہوا کہ حضرت عباس سے جس ایسا کوئی ارشاد موجود ہے

مگر جو ارشاد رسول اللہ کا نہ ہو، اس کو حضور سے منسوب کر دینے میں گناہ ہے۔ دانستہ کیا گیا ہو تو انتہائی شدید قسم کا اور نادانستگی میں ہو جانے تو بعض معمولی نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔ (ن۔ ص)

پچھلی مرتبہ کے اشارات میں پی۔ ایم۔ جی آفس کی جگہ جی۔ پی او لکھا گیا تھا۔ غلطی کی

تصحیح کر لی جائے۔ (ن۔ ص)